برِّ عظیم پاک و ہند میں علمِ حدیث

—— تحریر: عبد الرشید عراقی ——

علمِ حدیث

علم القرآن اگر اسلامی علوم میں دل کی حیثیت رکھتا ہے تو علم حدیث کی حیثیت اس کی سب سے بڑی شریان کی ہے' جو اسلامی علوم کے تمام اعضاء و جوارح تک خون پہنچا کر ان کے لئے تازگی کا سامان پہنچاتی رہتی ہے۔ آیات کا شان نزول اور ان کی تفسیر' احکام القرآن کی تشریح (تعیین)' اجمال کی تفصیل' عموم کی تخصیص' مبہم کی تعیین' سب علم حدیث کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حامل قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور حیات طیبہ اور اخلاق و عادات مبارکہ اور آپ کے احوال و اقوال اور آپ کے سنن و مستحبات اسی علم حدیث کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ اسی طرح خود اسلام کی تاریخ' صحابہ کرامؓ کے احوال اور ان کے اعمال و اقوال اور اجتہادات و استنباطات کا خزانہ بھی اسی کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو صحیح ہے کہ اسلام کے عملی پیکر کا صحیح مرقع اسی علم کی بدولت مسلمانوں میں ہمیشہ کے لئے موجود و قائم ہے۔ اور ان شاء اللہ تا قیامت رہے گا۔(۱)

برِّ عظیم میں صحابہؓ و تابعینؒ کی آمد

برعظیم پاک و ہند میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا سلسلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں شروع ہوا۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

> "عہد فاروقی میں سندھ اور ہندوستان کے حدود و اطراف میں صحابہؓ و تابعینؒ اور اتباع تابعینؒ کی آمد ہوئی اور ان کی تشریف آوری کا سلسلہ عباسی دور کی ابتداء تک جاری رہا۔ ان تینوں طبقوں کے انفاس گرم سے اس ملک کی فضا میں دین و ایمان کی حرارت پیدا ہوئی۔"(۲)

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور آتا ہے۔ اس دور میں بھی برِّ عظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کی زندگی کا ہر پہلو نہایت تابناک تھا اور وہ ہر میدان میں عالم اسلام کے شانہ بشانہ چلتے تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون اور علماء و فضلاء سے ان کی محفلیں آباد تھیں۔ خلفائے بنو امیہ کا دستور تھا کہ وہ مفتوحہ ممالک میں علماء' فقہاء' محدثین' عباد و زہاد اور صلحاء کو بھیجتے تھے اور یہ حضرات اپنے اپنے طریقہ کے مطابق دینی اور علمی خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اس وقت احادیث و آثار کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی "اخبرنا و حدثنا" کا طریقہ رائج تھا۔ اموی دور میں ۴۰ھ تا ۹۹ھ یہی حال رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ) نے احادیث و سنن کی تلاش و تدوین کے احکام جاری کئے۔ چنانچہ حدیث کے کئی مجموعے تیار ہوئے اور پہلی صدی ہجری کے آخر اور دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں باقاعدہ تدوین حدیث کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ۱۴۰ھ اور ۱۵۰ھ کے درمیان پورے عالم اسلام میں احادیث و آثار جمع کئے گئے۔ اموی دور کا یہ پودا عباسی دور کی ابتداء میں پوری طرح بار آور ہو گیا اور باقاعدہ "اَخبَرَنَا وَ حَدَّثَنَا" کے ساتھ روایت کا سلسلہ چل نکلا۔ اس سے پہلے صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ اپنے اپنے حلقوں میں اپنے طور پر کتاب و سنت کی تعلیم و تلقین انجام دیتے تھے۔ چنانچہ برِّ عظیم پاک و ہند میں بھی یہی طریقہ رائج تھا۔ یہاں بھی رواۃ حدیث بڑی تعداد میں آ گئے۔ اور اس زمانہ کے مطابق انہوں نے چلتے پھرتے مجالس و محافل اور غزوات و جہاد میں حسب ضرورت احادیث بیان کیں۔

حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "بنو امیہ کے دور میں جہاد کے اندر فوجوں میں کبارِ تابعین سے صلحاء و اولیاء اور علماء ہوا کرتے تھے۔ ہر فوج کے ساتھ ان کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی جن سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی مدد فرماتا تھا"۔ (۳)

جس طرح عالم اسلام میں کتاب و سنت کی روشنی میں یہ کام ہوتا تھا' اسی طرح برعظیم پاک و ہند میں اسلامی قوانین کے سلسلہ میں کتاب و سنت و آثار صحابہؓ کو پیش نظر رکھا جاتا تھا۔

برِّعظیم میں پہلے تابعی کی آمد

۹۳ھ میں مسلمانوں نے سندھ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کیا۔ اس کے بعد یہ ملک تیسری صدی ہجری کے شروع تک عربوں کے قبضہ میں رہا۔ ۱۵۹ھ میں خلیفہ مہدی کے حکم سے جو فوج برِّعظیم کی طرف روانہ ہوئی اس میں حضرت ربیع بن السعدی البصری (م ۱۶۰ھ) بھی شامل تھے' اور یہ تابعی تھے۔ ان کے بارے میں صاحب کشف الظنون حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ) نے لکھا ہے کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام میں تصنیف کا کام کیا۔ (۴)

ان کے علاوہ ایک اور تابعی جن کا نام حباب بن فضالہؒ تھا اور جو آنحضرت ﷺ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے ان کے بارے میں امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ وہ ہندوستان آئے تھے۔ (۵)

تبع تابعین میں حضرت اسرائیل بن موسیٰؒ جو حضرت امام حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) کے شاگرد تھے' تجارت کے سلسلہ میں برِّعظیم پاک و ہند کا سفر کرتے تھے اور ان کا لقب "نزیل ہند" تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے امام ابن حبان (م ۳۵۴ھ) کے حوالہ سے لکھا ہے:

کان یسافر الی الھند (۶)
"یہ ہندوستان کا (تجارتی) سفر کرتے تھے"۔

پانچویں صدی ہجری میں محدثین کرام کی آمد

۴۱۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے لاہور فتح کیا۔ سلطان کی فوج میں کئی ایک محدث شامل تھے' جن میں ایک محدث شیخ اسمٰعیلؒ تھے' جو حدیث و تفسیر کے جامع البحرین تھے۔ بے شمار آدمی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ انہوں نے لاہور میں سکونت اختیار کی اور لاہور ہی میں ۴۴۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۷)

شیخ اسمٰعیل کی وفات کے بعد ۱۵۰ برس تک یہاں کسی محدث کی آمد کا سلسلہ نہ رہا اور برِّعظیم میں ایک قسم کا گھپ اندھیرا رہا۔ ساتویں صدی ہجری کے شروع میں "مشارق الانوار" کے مصنف امام حسن بن محمد صنعانی (م ۶۵۰ھ) نے علم حدیث کی روشنی پھیلائی۔

امام حسن بن محمد صنعانی کا سن پیدائش ۵۷۰ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم لاہور میں اپنے والد سے حاصل کی' پھر یمن' حجاز اور عراق جاکر علم کی تکمیل کی اور لغت و حدیث کے امام قرار پائے۔ ۶۱۷ھ میں عباسی خلیفہ معتصم کی طرف سے بطور سفیران کا ہندوستان میں تقرر ہوا۔ آپ نے حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار مرتب کی۔

برِّعظیم میں علم حدیث کا فروغ

برِّعظیم پاک و ہند میں علم حدیث کا فروغ دسویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوا۔ یہ وہ عہد تھا کہ جب مصر و شام و حجاز میں امام الحدیث حافظ محمد بن عبدالرحمٰن سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) کے فضل و کمال کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور امام سخاوی کے فیض و افادہ کی کرنیں دنیائے اسلام کے ہر گوشہ میں پڑ رہی تھیں۔ برِّعظیم میں حافظ سخاوی کے تلامذہ میں مولانا راجح بن داؤد گجراتی تھے جو ایک نامور محدث تھے۔ ۹۰۴ھ میں احمد آباد میں ان کا انتقال ہوا۔ (۸)

دسویں صدی ہجری میں امام شیخ علی متقیؒ (م ۹۷۵ھ) کا نام بہت نمایاں ہے' جن کا تعلق جون پور سے تھا اور ان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ ان کے اساتذہ میں علمائے حجاز کے نام بھی ملتے ہیں۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ حدیث کی بہت خدمت کی۔ علم حدیث میں آپ کی بہت بڑی خدمت یہ ہے کہ آپ نے امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) کی کتاب "جمع الجوامع" کو فقہی ابواب پر مرتب کیا۔

شیخ علی متقیؒ (۹۷۵ھ) کے بعد شیخ محمد طاہر پٹنیؒ کا نام آتا ہے۔ ان کا سن وفات ۹۸۶ھ ہے۔ آپ شیخ علی متقی کے تلامذہ میں سے تھے۔ خدمت حدیث میں ان کی کتاب "مجمع بحار الانوار" ہے اور اس کتاب کا موضوع لغت حدیث ہے۔ اس کے علاوہ اسماء الرجال پر "مغنی" کے نام سے کتاب لکھی۔ "تذکرۃ الموضوعات" کے نام سے بھی ایک کتاب لکھی جس میں موضوع احادیث کو جمع کیا۔

شیخ محمد طاہر پٹنی کے بعد برِّعظیم پاک و ہند میں ایک ایسی ہستی پیدا ہوئی جس نے حدیث کی نشر و اشاعت میں گرانقدر علمی خدمات انجام دیں اور جس کے بارے میں اہل علم نے کہا: "اول کسے کہ تخم حدیث در ہند کشت او بود" اور یہ ہستی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

(م ۱۰۵۲ھ) کی ہے۔ خدمت حدیث میں آپ نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی دو شرحیں "لمعات" (عربی) اور "اشعۃ اللمعات" (فارسی) لکھیں، جبکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند شیخ نور الحق (م ۱۰۷۳ھ) نے تیسیر القاری کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے خاندان نے علم حدیث کی گرانقدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ ان کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کا دور آتا ہے، جنہوں نے برِّعظیم میں حدیث کی نشرواشاعت اور اس کی ترقی و ترویج میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کی حیثیت تاریخ اسلام میں سنگ میل کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے خدمت حدیث میں امام مالک (م ۱۷۹ھ) کی مشہور کتاب "مؤطا" کی دو شرحیں بنام "المسویٰ" (عربی) اور "المصفیٰ" (فارسی) لکھیں اور اس کے ساتھ آپ نے ایک بہترین اور غیر مسبوق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" تصنیف کی، جس کے متعلق مولوی ابو یحیٰ امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۶ھ) لکھتے ہیں:

> "حجۃ اللہ البالغہ دین کی حجت بنی، اس کے ابلاغ نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ اس کے ایک ایک لفظ نے تشویق الی السنہ اور تحریض عمل بالحدیث کا درس دیا۔" (۹)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے صاحبزادگان عالی مقام حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ)، مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۲۰ھ) اور مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور آپ کے پوتے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) نے بھی خدمت حدیث میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید نے خدمت حدیث میں "تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین" (عربی) لکھی، جس میں اثبات رفع الیدین کی تمام حدیثیں جمع کر دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے صاحبزادگان عالی مقام کے بعد خدمت حدیث میں مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کا نام آتا ہے۔ آپ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کے نواسے تھے۔ ان کی ساری عمر خدمت حدیث میں گزری۔ آخری

عمر میں مکہ معظمہ ہجرت کر گئے' جہاں آپ نے ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے درس میں بڑی برکت عطا فرمائی۔ تمام بڑے بڑے علماء ان کے شاگرد تھے۔ چند رسالے بھی ان کی تصنیف ہیں۔ غدر کے بعد مکہ معظمہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور وہاں بھی یہ سلسلۂ فیض جاری رہا۔ آخر وہیں ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے تلامذہ میں مولانا امجد علی سہارن پوری' نواب صدر الدین خاں دہلوی' نواب قطب الدین خان جنہوں نے کتب حدیث کا اردو میں ترجمہ کیا ہے' مولانا سید نذیر حسین بہاری دہلوی' مولانا عالم علی مراد آبادی' شیخ محمد صاحب تھانوی' مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی' مولانا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی ہیں"۔(۱۰)

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تحدیث

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کے مکہ معظمہ ہجرت کرنے کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) دہلی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے۔ مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی (م ۱۹۶۶ء) لکھتے ہیں:

"شاہ اسمٰعیل شہید کے اس مسابقت الی الجہاد و فوز بہ شہادت کے بعد ہی دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا فیضان جاری ہو گیا جن سے شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین محدث دہلوی مستفیض ہو کر دہلی ہی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے"۔(۱۱)

حضرت شیخ الکل مرحوم و مغفور نے ۶۰ سال تک حدیث کا درس دیا۔ اور آپ سے بے شمار حضرات نے استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں بعض نے حدیث کی وہ خدمت کی جس کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا۔ برِّعظیم میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی اور آپ کے تلامذہ نے حدیث کی جو خدمت کی ہے اس کا اعتراف علمائے عرب نے بھی کیا ہے۔ علامہ رشید رضا مصری (م ۱۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:

"اگر ہمارے بھائی علمائے ہند علوم حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو مشرقی ممالک (یعنی مصر، شام، عراق اور حجاز) میں جو علم دسویں صدی ہجری سے ضعف کا شکار ہو کر ۱۴ویں صدی ہجری کے آغاز تک انتہائی کمزور ہو چکا تھا، بالکل زوال پذیر ہو جاتا۔" (۱۲)

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے جن تلامذہ نے خدمت حدیث میں تصنیف و تالیف کے ذریعہ جو خدمات سرانجام دی ہیں ان میں مولانا محمد ابراہیم آروی (م ۱۳۲۰ھ) نے مشکوٰۃ المصابیح کا اردو ترجمہ طریق النجاۃ کے نام سے کیا۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے مشکوۃ المصابیح میں بخاری و مسلم کی مرویات کو علیحدہ جمع کیا اور سواء الطریق (عربی) کے نام سے چار جلدوں میں شائع کیا۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے سنن ابوداؤد کی دو شروح بنام غایۃ المقصود (عربی) ۳۲ جلدوں میں اور عون المعبود (عربی) ۴ جلدوں میں لکھی، سنن دار قطنی کی شرح المغنی کے نام سے لکھی۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) نے جامع ترمذی کی شرح بنام تحفۃ الاحوذی (عربی) چار جلدوں میں لکھی اور اس کے ساتھ ایک علمی و تحقیقی مقدمہ بھی لکھا۔ مولانا حافظ محمد ابوالحسن سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ) نے صحیح بخاری کی اردو میں شرح ۳۰ جلدوں میں بنام فیض الباری لکھی۔ مولانا عبدالوہاب دہلوی (م ۱۳۵۱ھ) نے مشکوٰۃ المصابیح کا عربی حاشیہ لکھا۔

علمائے غزنویہ میں مولانا عبدالاول غزنوی (م ۱۳۱۳ھ) نے خدمت حدیث میں نصرۃ الباری ترجمہ صحیح بخاری ۸ پارے، اور مشکوٰۃ المصابیح کا حاشیہ اردو میں الفوائد السلفیہ کے نام سے لکھا۔ مولانا عبدالغفور غزنوی (م ۱۳۵۲ھ) نے مولانا خرم علی بلہوری (م ۱۲۶۲ھ) کی کتاب تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار کو فقہی ابواب پر مرتب کیا۔

مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) نے خدمت حدیث میں گرانقدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالک کا اردو میں ترجمہ کیا۔ اس میں جامع ترمذی کا ترجمہ آپ کے بڑے بھائی مولانا بدیع الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۰۴ھ) نے کیا۔ مولانا وحید الزمان نے حدیث کی ایک لغت بھی مرتب کی جس کا نام اسرار اللغۃ رکھا۔ یہ

کتاب ۲۸ جلدوں میں ہے۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی کی خدمتِ حدیث

محی السنہ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی (م ۱۳۰۷ھ) کی خدمت حدیث تاریخ اہلحدیث میں ایک زریں باب ہے۔ آپ نے عربی' فارسی' اردو میں ۲۲۲ کتابیں تفسیرِ حدیث'عقائد'فقہ' رد تقلید' سیاست' تاریخ و سیر'علم و ادب' اخلاق'تصوف' تردید شیعیت وغیرہ موضوعات پر لکھیں۔ فن حدیث پر آپ کی ۲۲ کتابیں ہیں جن میں چند مشہور کتب یہ ہیں: عون الباری شرح صحیح بخاری (عربی) ۲جلد

السراج الوہاج شرح مسلم بن حجاج (عربی) ۲جلد

فتح العلام شرح بلوغ المرام (عربی) مسک الختام شرح بلوغ المرام (فارسی)

اتحاف النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء المحدثین (فارسی)

رجال کتب حدیث پر الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ (عربی) صحاح ستہ کے فوائد پر۔ (۱۳)

حواشی

۱۔ مقدمہ تدوین حدیث' مولانا مناظر حسن گیلانی

۲۔ البدایہ والنہایہ' ج۹' ص ۸۸

۳۔ البدایہ والنہایہ' ج۹' ص ۸۷

۴۔ مقالات سلیمان' ج ۲' ص ۲

۵۔ میزان الاعتدال' ج ۲' ص ۲۰۸

۶۔ تہذیب التہذیب' ج ۱' ص ۲۶۱

۷۔ فہرست ابن ندیم' ص ۱۳۶

۸۔ الضوء اللامع' ج ۳' ص ۲۲۲

۹۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات' ص ۱۴

۱۰۔ مقالات سلیمان' ج ۲' ص ۵۲

۱۱۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات' ص ۱۹

۱۲۔ مقدمہ مفتاح کنوز السنہ

۱۳۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات' ص ۴۱ تا ۵۱